

# گلاب، خوشبو بنا گیا ہے

فاخرہ بیول

محبت کم نہیں ہوتی!

کوئی کتنا جتن کر لے محبت کم نہیں ہوتی  
زمانہ اس کے آگے آگے دیوار بن چائے  
اور اس کا ہاتھ لاک تلواریں چائے  
محبت ڈونٹیں کتنی ڈرانے سے  
نہیں مٹتی زمانے سے  
محبت کی نہیں بنتی زمانے سے  
یہ اپنی جان دے کر بھی کبھی بے دم نہیں ہوتی  
کوئی کتنا جتن کر لے محبت کم نہیں ہوتی  
کبھی یہ ہیر کا جوہن، کبھی رانچھا کی وِجلی ہے  
کبھی خاروں بھرا رستہ، کبھی یہ مَھول جنگلی ہے  
کبھی شیریں کی بے تابی، کبھی فرہاد کا تیشہ  
یہ کچھ کچھ شہزادی سی ہے، مزا ہے اس میں سَم جیسا  
چڑوں ہے قیس کا، لیلیٰ کی یہ وارفتگی بھی ہے  
خود کی کا بھید اس میں ہے،  
محبت بے خودی بھی ہے  
محبت ہے خدا جیسی، خدا کی اس میں شامل ہے  
ستارہ مت کہو اس کو، محبت ماؤ کا مل ہے  
اور اس کی لُو کبھی مدہم نہیں ہوتی  
کوئی کتنا جتن کر لے محبت کم نہیں ہوتی!

صبا مہکتی ہے چھو کے ہم کو  
گلاب، خوشبو بنا گیا ہے

## فہرست

11

فاخرہ بتول

”گلاب‘ خوشبو بنا گیا ہے“

13

دل لگانے کی ابتدا کردی

15

دل دکھانے کی انتہا کردی

17

گھر چھوڑنے لگے تو کوئی یاد آ گیا

19

خواہش ہی رہی اپنی.....

21

تم سے پھڑکے کام یہ کرنا پڑا ہمیں

23

محبت نام کا جو اک جزیرہ ہے!

25

منہ سے نکلے گی تو پھر دل میں اتر جائے گی

27

سکھی اک خواب دیکھا ہے!

29

ہماری سوچوں پہ چھا گیا ہے

31

وہ میرا کون لاگے ہے؟

33

بعد میں آگ بجھائی بھی تو کیا حاصل

35

غلاب آنکھ میں اترے تو راستہ نہ ملا



شہزادی ایسی ہوتی ہے؟

طوفان سامنے ہے، کنارے کدھر گئے

کہانی آدھاتی ہے.....

دعوت

دیوار گر رہی ہے سہارا مگر کہاں

چلو پھر سے پھڑکتے ہیں

بہی ہے فیصلہ جاناں!

آسماں کی سمت دیکھو جا رہا ہے پھر کوئی

جو سوانیزے پہ سورج کے ٹکلتا ہوگا

پوچھا، تمام خواب کے منظر بھلا دیئے؟

چاند گھٹنا ہی گیا جتنا تجھے یاد کیا

کیوں؟

یوں ہی ہوگا

”لٹو پیپر“

تمہیں محبت ہوئی کسی سے.....

”بھلا ہٹ!“

ابھی ٹھہرو.....

دیکھا تو سب خیال کے منظر بدل گئے

راکھ کا ڈھیر گریدا بھی مگر کچھ نہ بنا

ڈھوپ کے روپ میں برسات بھی ہو سکتی تھی

آہٹ

37

39

41

43

44

46

47

48

49

51

53

55

56

57

60

62

63

65

66

69

71

اک سماں اور کوئی تیر بنا دے آ کر

خواب کا شہر ہی مٹا دیتے

میری آنکھوں سے روشنی چھینی

اگر تم لوٹ آتے تو.....

وجدان

جد امکاں سے پرے خواب نگر ہوتا ہے

جدارہ کر بھی جی لینا بہت بے کار لگتا تھا

اس جنم میں ہو ترا ساتھ کہاں ممکن ہے

والہی

راکھ کے ڈھیر میں خوابوں کا دھواں ڈھونڈتے ہیں

خوابوں کا اک جہان مجھے دے گیا کوئی

کانٹوں کا اک مکان مرے پاس رہ گیا

میں کون ہوں؟

آپ جیسے یہاں فنکار بہت ملتے ہیں

محبت کم نہیں ہوتی

دل اب بھی اضطراب سے آگے نہیں گیا

چاہت بھری کتاب سے آگے نکل گیا

چلو اس شہر جاتے ہیں

انوکھی مات

ضد

بے اعتباری

72

74

76

78

80

82

85

87

89

91

93

95

97

99

102

104

107

109

111

112

114



صبحیں نہیں رہیں وہ راتیں نہیں رہیں

تمہیں کیا ہو گیا جاناں!

پیت نہ کرنا!

ہواؤں سے سدا لڑنے کی عادت

وہ جس کا ڈر تھا آخر ہو گیا ناں

نہیں ہوں رادھا مگر.....

محبت خاص تحفہ ہے

116

118

120

121

123

125

127

## ”گلاب‘ خوشبو بنا گیا ہے“

قارئین کرام! اللہ تعالیٰ اور چہارہ معصومین کے فضل و کرم اور آپ تمام دوستوں کی دُعاؤں اور محبتوں کے طفیل میرا آٹھواں شعری مجموعہ آپ کے ہاتھوں میں ہے۔

مجھے یہ بات کہنے میں کوئی عار نہیں کہ اگر آپ نے میری ادنیٰ سی کاوشوں کی اس قدر پذیرائی نہ کی ہوتی، اس درجہ سراہا نہ ہوتا تو میں ہر مرتبہ اس اعتماد سے آپ سے مخاطب ہونے کا اعزاز حاصل نہ کر پاتی۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ اعتماد مجھے آپ دوستوں نے ہی بخشا ہے۔ آپ کے خطوط سے میرے قلم کو تحریک ملتی ہے اور اس بات سے بھلا کون انکار کر سکتا ہے کہ قارئین کی پسندیدگی سے ہی دراصل لکھاری کا ادب میں مقام متعین ہوتا ہے۔ آپ دوستوں کی جانب سے ملنے والا ہر لفظ ہر ہر جملہ میرے لئے ایوارڈ کا درجہ رکھتا ہے اور مزید آگے بڑھنے میں میرا معاون و مددگار ثابت ہوتا ہے۔ لہذا آپ کے خطوط میں نہایت توجہ اور محبت سے پڑھتی ہوں، آپ کی جانب سے ملنے والے مشوروں کو اپنا ”راہنما“ مانتی ہوں۔

قارئین! اکثر مجھ سے یہ شکایت کی جاتی ہے کہ میں خطوط کے جوابات نہیں دیتی۔ میں نے اس شکایت کے ازالے کے طور پر فیصلہ کیا ہے کہ اپنی



مصروفیات میں سے روزانہ ایک گھنٹہ میرے قارئین کے نام ہوگا۔ میں آپ کے خطوط کے جوابات آپ کو اپنے ہاتھ سے لکھ کر دیا کروں گی تاکہ آپ آئندہ مجھ سے کوئی گلہ نہ کر سکیں۔

قارئین! اس بار آپ کو اپنی نئی کتاب کے اس خوبصورت تختے کے ساتھ ساتھ ”فنِ پہلی کیشنز“ جیسے معیاری کتب شائع کرنے والے ادارے سے متعارف کروانے کا فرض بھی ادا کر رہی ہوں۔ ”فنِ پہلی کیشنز“ کی بنیاد معروف صحافی، کالم نگار، شاعر اور افسانہ نگار تنویر عباس نقوی اور میں نے مل کر رکھی۔ یہ ادارہ ”ہمارا“ ہے یعنی میرا تنویر عباس نقوی کا اور آپ سب کا۔ اس ادارے سے ”گلابِ خوشبو بنا گیا ہے“ لانے کا مقصد یہ ہے کہ اس کی خوشبو نا صرف ہمارے کچے آگلن کو مہکائے بلکہ دور دور تک پھیلتی جائے۔ مجھے اکثر خطوط میں لکھا جاتا ہے کہ فاخرہ بتول! ہم آپ کے مشورے سے کتاب لانا چاہتے ہیں، میں اُن سب دوستوں کو دعوت دیتی ہوں کہ وہ ”فنِ پہلی کیشنز“ سے فوراً رابطہ کریں اور صاحبِ کتاب ہونے کا اعزاز حاصل کریں۔ اگر آپ لکھ سکتے ہیں تو چھپ بھی سکتے ہیں۔ آپ میں سے ہی دوستوں نے کل ہماری جگہ لینی ہے۔ یہی فطرت کا تقاضا ہے۔ کتاب شائع کرنے کے خواہشمند ہم سے رابطہ کریں، اُن کی تحریروں کو معاشرے میں اُن کی پہچان بنا دینے کی ذمہ داری ہماری ہوگی۔ مجھے آپ کی دعاؤں اور قیمتی آراء کا ہمیشہ کی طرح شدت سے انتظار ہے۔ گفتگو کا اختتام اپنے ان اشعار سے کرتی ہوں۔

آؤ! اک بار کھلے دل سے، محبت سے ملیں  
مستقل دل پہ لیے بار بہت ملتے ہیں  
دل میں رکھ کر کوئی پوچھے گا تو مانیں گے بتول  
خالی خولی ہمیں اظہار بہت ملتے ہیں

فاخرہ بتول



دل لگانے کی ابتدا کر دی  
تیر کھانے کی ابتدا کر دی  
اب اکیلے ہی بیٹھ کر رونا  
ہم نے جانے کی ابتدا کر دی  
یاد آنے کی انتہا کر کے  
بھول جانے کی ابتدا کر دی



کر کے ترکِ وفا مجھے اُس نے  
آزمانے کی ابتدا کر دی

آنسوؤں کے دیے بُجھانے کو  
مُسکراتے کی ابتدا کر دی

دل کی بستی کو چھوڑ کر اُس نے  
دل دکھانے کی ابتدا کر دی

کر کے انکار تیری چاہت سے  
ہوش آنے کی ابتدا کر دی

ہم نے فاتح کا تاج دے کے بتول  
مات کھانے کی ابتدا کر دی



دل دکھانے کی انتہا کر دی  
آزمانے کی انتہا کر دی

تیر تخنے میں بھیج کر دل کو  
ظلم ڈھانے کی انتہا کر دی

چونک کر نام پوچھنے والے  
بھول جانے کی انتہا کر دی



جیت نے مات اوڑھ لی گویا  
سر جھکانے کی انتہا کر دی

دل کو ناشور کر لیا آخر  
گھاؤ کھانے کی انتہا کر دی

پھر پلٹ کر کبھی نہیں دیکھا  
اُس نے جانے کی انتہا کر دی

خود کو کھونے کا بھی پتہ نہ چلا  
اُس کو پانے کی انتہا کر دی

تا فلک ہو گیا دھواں سا بتوّل  
راکھ اڑانے کی انتہا کر دی



گھر چھوڑنے لگے تو کوئی یاد آ گیا  
آنسو نکل پڑے تو کوئی یاد آ گیا

گھر کو بنانے والا تو مٹی میں سو گیا  
حتّے جو بٹ گئے تو کوئی یاد آ گیا

جن کیلئے زمانے کو ٹھکرا دیا وہی  
ٹھکرا کے چل دیئے تو کوئی یاد آ گیا

خواہش ہی رہی اپنی.....

خواہش ہی رہی اپنی  
 اک بار کبھی پوچھو  
 کیا مجھ سے محبت ہے؟  
 کیا مجھ سے محبت تھی؟  
 تب دھیرے سے میں بولوں  
 لا حاصل باتیں ہیں  
 ہاں کہہ کے میں کیوں جاناں!

دن بھر تو اُس کی یاد سے غافل رہے مگر  
 جلنے لگے دیے تو کوئی یاد آ گیا  
 اب اُس کے شہر جانے کا سوچیں بھی کس طرح  
 جب پاؤں کٹ چکے تو کوئی یاد آ گیا  
 اُس نے بھی تو کیے تھے نبھائے مگر نہیں  
 وعدے کبھی کیے تو کوئی یاد آ گیا



دُھندلا دوں نگاہوں کو  
 دُوبھر ہو سنبھلنا پھر  
 قابو میں نہ دل آئے اور دھڑکن تھم جائے  
 انکار کی صورت میں  
 امکان ہے جی پاؤں  
 تھوڑی سی تسلی ہو  
 پہلے کی طرح اب بھی  
 خواہش ہی رہی اپنی  
 اک بار کبھی پوچھو..... خواہش ہی رہی اپنی!



تم سے بچھڑ کے کام یہ کرنا پڑا ہمیں  
 پھر آج اپنے آپ سے لڑنا پڑا ہمیں  
 کچھ مانگنے کے واسطے آیا تھا اک فقیر  
 کاسے کو آج اشکوں سے بھرنا پڑا ہمیں  
 پہلے تو اک جہاں کے مقابل میں ڈٹ گئے  
 آخر میں اپنے سائے سے ڈرنا پڑا ہمیں

چاہت کا حادثہ ہی کہیں سانحہ نہ ہو  
 بے کار اس خیال میں پڑنا پڑا ہمیں  
 اک خواب کھوجنے کے لیے بارہا بتوّل  
 ان نیند وادیوں سے گذرنا پڑا ہمیں

## محبت نام کا جو اک جزیرہ ہے!

محبت نام کا جو اک جزیرہ ہے  
 وہاں جانا پڑے تم کو  
 ہماری یاد کو بھی ساتھ لے لینا  
 سنا ہے اُس جزیرے پر کبھی دوہنس رہتے تھے  
 وہ دونوں ایک دوجے کے دلوں پر راج کرتے تھے  
 وہ اک دوجے کی آنکھوں میں اتر کر خواب چُختے تھے  
 وفا کے تانے بانے ریشمی باتوں سے بُنتے تھے



پھر اُس کی روز ہی تجدید بھی کرتے  
مگر رُت کے بدلتے ہی ہوا ایسے  
وہ دونوں مختلف سمتوں میں چل نکلے  
سنا ہے پھر کبھی اک ساتھ دونوں کو نہیں دیکھا  
محبت نام کا جو اک جزیرہ ہے  
وہاں جانا پڑے تم کو  
تو اُس تنہا شجر کے پاس بھی جانا  
کہ جس کی ساری شاخوں کے لبادے پڑے  
ہر اک جانب کسی کا نام لکھا ہے  
سنا ہے لکھنے والا زندگی بھر پھر کبھی کچھ لکھ نہیں پایا  
وہ اپنی انگلیوں پر خون کی مہریں لگا بیٹھا  
مقدّر دار کر بیٹھا..... وہ خود کو ہار کر بیٹھا  
محبت نام کا جو اک جزیرہ ہے  
وہاں جانا پڑے تم کو  
ہماری یاد کو بھی ساتھ لے لینا  
ہماری یاد تپتی دھوپ میں چھاؤں کی صورت ہے  
یہ ماضی کے کسی معصوم سے گاؤں کی صورت ہے



منہ سے نکلے گی تو پھر دل میں اُتر جائے گی  
مَت ہواؤں کو بتا، بات بکھر جائے گی  
باندھ دی تُو نے، جو پیروں پہ ہوا کے پاگل  
اب کہانی تری ہر کوچہ و گھر جائے گی  
یہ تو اندھیر نگر سے ہے بہت ہی مانوس  
آنکھ اب روشنی دیکھے گی تو ڈر جائے گی

ہونٹ خاموش ہیں پلکوں نے سیا آنکھوں کو  
دل کے لٹنے کی بھلا کیسے خبر جائے گی

پہلے اُن آنکھوں میں ڈوبے تو گئی تھی شاید  
جان لگتا ہے کہ اب بارِ دگر جائے گی

## سکھی اک خواب دیکھا ہے!

سکھی اک خواب دیکھا ہے

دُعا مانگو کہ یہ تعبیر بن جائے

دُعا مانگو تھیلی پر حنا مہکے

کوئی گجرا کلائی کو اگر تھامے تو اک زنجیر بن جائے

یہ چمڑی سر سے کھسکے پیر کو چھوئے تو اک تصویر بن جائے

میں یتیم کی بنوں اور وہ مری جاگیر بن جائے

مری تقدیر بن جائے





ہماری سوچوں پہ چھا گیا ہے  
 ہمارے دل میں سما گیا ہے  
 صبا مہکتی ہے چھو کے ہم کو  
 گلابِ خوشبو بنا گیا ہے  
 ہماری آنکھوں میں ٹمٹماتے  
 چراغ کوئی جلا گیا ہے

اگر منڈیر پر کاگا کبھی بولے  
 میں چونک اٹھوں مری نظریں ہوں چوکھٹ پر  
 میں جب بھی آئینہ دیکھوں تو خود سے لاج سی آئے  
 دُعا مانگو بجیں شہنائیاں ہر سو  
 مری سکھیاں مجھے چھیڑیں  
 مری دھڑکن کی لے پر گنگنائیں چار سو نغے  
 یہ دل قابو سے باہر ہو  
 مرے ماتھے پہ بندیا کی چمک چُنڈھیا دے سورج کو  
 مرا آنچل بنے گھونگھٹ  
 سکھی اک خواب دیکھا ہے  
 دُعا مانگو کہ یہ تعبیر بن جائے

دُرا بھی نادم نہیں ہے اس پر  
 جو شہرِ ہستی مٹا گیا ہے  
 لرزتی پلکیں گواہی دیں گی  
 ہماری آنکھوں کو بھا گیا ہے  
 ہوا کی سرگوشیاں ہیں شاہد  
 جو جا چکا تھا وہ آ گیا ہے  
 ہمیں سے شکوے بتول اُس کو  
 جو سارے وعدے بھلا گیا ہے

## وہ میرا کون لاگے ہے؟

یہ وہ جذبہ ہے جو دل کے نہاں خانے میں جب اترے  
 تو اندھیاروں میں گویا روشنی بھر دے  
 اگر مٹی کو چھو لے تو اُسے رشکِ قمر کر دے  
 یہ تپتی دھوپ کو پل میں گھٹا کر دے  
 یہ خواہش کو دُعا کر دے  
 یہ دھڑکن کو صدا کر دے  
 کسی بھی عام جذبے کو وفا کر دے



دُکھوں سے ماوراء کر دے

یہ جب چاہے بدن میں روح پُھونکے اور جب چاہے رہا کر دے

تو سوچو کس طرح مجھ کو نہیں ادراک اس شے کا

مجھے احساس ہے جاناں!

مجھے اس کا یقین بھی ہے

”تمہیں مجھ سے محبت ہے“

کوئی تو ہے لہو میں جو مچلتا ہے

جو ان سوچوں میں پلتا ہے انوکھی چال چلتا ہے

جو ان سادوں کی بوچھاڑوں میں میرے ساتھ جلتا ہے

خیال و خواب کی لہروں پہ میرے ساتھ چلتا ہے

مرے اندر ہی اندر گھات سی گویا لگاتا ہے

مجھے بے خود بناتا ہے مری پلکیں جھکاتا ہے

وہ مجھ کو خود بتاتا ہے

کہ صدیوں کی مسافت پر کوئی رہ کر

رگِ جاں سے بھی آگے ہے

مجھے سوچے ہے میرے ساتھ جاگے ہے

ذرا بتلاؤ تو جاناں!

وہ میرا کون لاگے ہے؟



بعد میں آگ بُجھائی بھی تو کیا حاصل

ہاتھ سے راکھ اڑائی بھی تو کیا حاصل

دُوب گئیں نبضیں تو شہر کو ہوش آیا

ہو گئی اب شنوائی بھی تو کیا حاصل

مٹی میں غم ہو کر تن کی راکھ گئی

ساتھ گئی رُسوائی بھی تو کیا حاصل

دل سے ہوئی ہے دل کی دُوری لاکھوں میل  
آنکھ سے آنکھ ملائی بھی تو کیا حاصل

ہیر تو زہر پیالہ پی کر سو بھی گئی!  
گونج اُٹھی شہنائی بھی تو کیا حاصل

آپ کا لہجہ چیخ رہا ہے سچی بات!  
آپ نے بات بنائی بھی تو کیا حاصل



عذاب آنکھ میں اُترے تو راستہ نہ ملا  
گلاب خاک میں بکھرے تو راستہ نہ ملا

جنوں کا پہلے سے انکار کر لیا ہوتا  
اب اس مقام پہ مگرے تو راستہ نہ ملا

یہ تیرگی میں چمکتے رہے ادھر سے ادھر  
ستارے دھوپ سے نکھرے تو راستہ نہ ملا



کہاں تو موجوں پہ رکھ کر قدم گزرتے تھے  
 بھنور کے زاویے پھرے تو راستہ نہ ملا  
 یہ کائنات تو پیچھے ہی رہ گئی تھی کہیں  
 ہجومِ ذات سے گزرے تو راستہ نہ ملا  
 لگا تھا دُوب کے منزل کو اُچھو لیا ہے بتول  
 مگر جو دُوب کے اُبھرے تو راستہ نہ ملا

## شہزادی ایسی ہوتی ہے؟

اُس نے کہا تم شہزادی ہو  
 شہزادی بھی وہ کہ جس کو  
 ساتوں رنگوں میں خوشبو کو  
 گوندھ کے ڈھالا ہو گا رب نے، ثورانی پیکر کی صورت  
 ایک نظر تم ڈالو جس پر  
 پتھر بھی اک بار تو بولے  
 ہولے ہولے آنکھیں کھولے

وعدہ کرتا ہوں میں تم سے  
 جو تم چاہو جو تم سوچو جس شے کی ہو خواہش تم کو  
 اپنا تن من بچ کے بھی میں تم کو دوں گا  
 ایک اشارہ کر کے تو دیکھو  
 سارا زمانہ وار دوں جاناں!  
 تم کو جیت کی ڈور تھما کر  
 اپنا سب کچھ ہار دوں جاناں!  
 اور اگر یہ وعدہ توڑوں  
 مجھ کو جیون راس نہ آئے  
 دُوجا مجھ کو سانس نہ آئے  
 اُس نے کہا تم شہزادی ہو  
 سوچ رہی ہوں  
 شہزادی کیسی ہوتی ہے؟  
 جیسی میں ہوں  
 شہزادی ایسی ہوتی ہے؟؟؟



طوفان سامنے ہے کنارے کدھر گئے  
 کشتی میں ہم سفر تھے ہمارے کدھر گئے  
 آنکھوں میں غلیمتوں کو اتارا تھا کس لیے؟  
 اب ہم سے پوچھتے ہو ستارے کدھر گئے  
 دیکھا پلٹ کے اڑتے گولے تھے چار سو  
 سوچا جو لوگ ساتھ تھے سارے کدھر گئے



مٹی امین ہے تو بتائے ہمیں کبھی  
لاکھوں گھر ہیں اس میں اتارے کدھر گئے

شب بھر سوال دل میں کھلتا رہا مرے  
نیندیں گنوا کے خواب جو ہارے کدھر گئے

ناؤ تو پانیوں کی تہوں میں اتر گئی  
پتوار بادباں کے سہارے کدھر گئے

دل کی زمیں چٹخنے کو آب آ گئی بتول  
دریاؤں کے وہ نرم سے دھارے کدھر گئے

## کہانی آزماتی ہے.....

کہانی نت نئے انداز رکھتی ہے  
کبھی تو مسکراتی ہے، کبھی یہ گنگناتی ہے  
کبھی خود سہم جاتی ہے، کبھی ہم کو ڈراتی ہے  
ہنساتی ہے، زلاتی ہے، مٹاتی ہے، بناتی ہے  
کہانی بے کلی میں کام آتی ہے  
کہانی سے مرا سب جوگ خاصا ہی پُرانا ہے  
کہانی خود زمانہ ہے

وہ آج آئی تو خاصی مضطرب سی تھی  
 کہا اُس نے، سکھی! سستی کی صورت تو تھلوں میں رُل گئی کیسے؟  
 ترے پیروں میں خاروں نے ہزاروں چھید کر ڈالے  
 انہی خاروں نے تیرا دل فگار ہے  
 مگر تو آج بھی چُپ ہے  
 ترے ہاتھوں کی ساری انگلیوں پر موت لکھی ہے  
 ہتھیلی پر جو تُو نے دیپ رکھا تھا وہ جل کر بُجھ گیا کب سے؟  
 فقط اب راکھ باقی ہے  
 مسافر راستوں کی قید میں ٹم ہو گیا شاید  
 ج بھی تو ہو کا عالم ہے  
 کہانی روز آتی ہے نئے چر کے لگاتی ہے  
 کہانی آزماتی ہے.....

## دعوت

محبت راستہ ہے وہ  
 کہ جس کی پہلی منزل ہی جدائی ہے  
 چلو اس راستے پر چل نکلتے ہیں



اب تو یقین جیت کا ہونے کو تھا ہمیں  
 دل کا کھیل کھیل کے ہارا، مگر کہاں  
 کم تیرگی نہ ہو گی مگر اس کے باوجود  
 ہو ٹمٹماتا سا ہی ستارہ مگر کہاں  
 در وا ہوا نہ کوئی دریچہ کھلا بتو  
 دل اُس گلی میں جا کے پکارا، مگر کہاں



دیوار گر رہی ہے سہارا مگر کہاں  
 سایہ بھی ہم کو ہو گا گوارا، مگر کہاں  
 نام و نشان تک نہیں اب اُس کا اس جگہ  
 وہ شہر خوش گمان تھا سارا، مگر کہاں  
 ہر بات پہ مگر نے کی عادت کے باوجود  
 وہ کہہ رہا ہے ہو گا ہمارا، مگر کہاں

یہی ہے فیصلہ جاناں!

اور اب کی بار ہر رستے کے چہرے سے  
تمہارے پاؤں کی تحریر تک کو ہم مٹائیں گے  
پلٹنے کے بہانے چھین کر تم سے  
تمہیں بھی ہم رُلا لیں گے، ستائیں گے، جلا لیں گے  
تمہیں بھی آزمائیں گے  
ہم اب کی بار بچھڑے تو  
کبھی بھی مل نہ پائیں گے  
یہی ہے فیصلہ جاناں!

چلو پھر سے بچھڑتے ہیں

نیا احساس چکھنے کو  
کسی کے جھوٹے سچے سارے وعدوں کے پرکھنے کو  
ان آنکھوں کے دریچوں کو ہمیشہ کھول رکھنے کو  
جگر میں خار بھرنے کو  
اور اک دُوبے پہ پھر الزام دھرنے کو  
محبت خاص شے ہے اور اس کے عام کرنے کو  
چلو پھر سے بچھڑتے ہیں





جو سوا نیزے پہ سورج کے نکلتا ہو گا  
اُس کا سایہ بھی کڑی دھوپ میں جلتا ہو گا

یونہی تو پلکوں پہ یا قوت نہیں آدیزاں  
کُچھ تو ہے جو مرے سینے میں پکھلتا ہو گا

نت نئے رنگ کے چولوں میں جو آتا ہے نظر  
وہ تو موسم بھی نہیں کیسے بدلتا ہو گا



آسمان کی سمت دیکھو جا رہا ہے پھر کوئی  
اور ستارا سا زمیں پر آ رہا ہے پھر کوئی

پھر گلابوں نے کسی کا صحن خوشبو کر دیا  
اور خاروں کے خزانے پا رہا ہے پھر کوئی

اُس کے آنے کی خبر نے کر دیا جل تھل سماں  
ساتھ اپنے بارشوں کو لا رہا ہے پھر کوئی

پھر فضا کے دل میں ہلچل ہو رہی ہے دیکھنا  
غور سے سُننا کہیں پہ گاہا رہا ہے پھر کوئی

درد ہے دل کا مکیں اس کو نکالے بھی تو کون؟  
 یہ بھی موتی کی طرح سیپ میں پلتا ہو گا  
 نت نئی آگ میں ہر روز جلاتا ہے جو شخص  
 ہاتھ اُس کا بھی تو اس کھیل میں جلتا ہو گا



پوچھا، تمام خواب کے منظر بھلا دیئے؟  
 آیا جواب قید سے پنچھی اڑا دیئے  
 پوچھا، کبھی کبھار کے ملنے سے بھی گئے؟  
 میں نے کہا، جہان نے پہرے بٹھا دیئے  
 پوچھا، زمانے بھر سے رہ و رسم کا سبب؟  
 میں نے کہا، جناب نے پہرے اٹھا دیئے



پُوچھا، وہ ساحلوں کی کہانی کا کیا بنا؟  
 بتلایا، سارے نقش ہوا نے مٹا دیئے  
 جس پل اڑائی راکھ تو پُوچھا، یہ کیا کیا؟  
 میں نے بتایا، آپ کے سب خط جلا دیئے  
 ارمان آسمان کو چھونے کے کیا ہوئے؟  
 میں نے کہا، زمین کے اندر سُلا دیئے



چاند گھٹتا ہی گیا جتنا تجھے یاد کیا  
 درد بڑھتا ہی گیا جتنا تجھے یاد کیا  
 مسئلہ پہلے بھی سلجھانے کی اُمید نہ تھی  
 اور الجھتا ہی گیا جتنا تجھے یاد کیا  
 کاش ہم تجھ کو بھلا دیتے تو اچھا ہوتا  
 بخت ڈھلتا ہی گیا جتنا تجھے یاد کیا

کیوں؟

اندھا سورج، قاتل لمحے  
شور مچاتی سی تنہائی  
پوچھ رہے ہیں جنم جنم سے  
تور سے خالی ان آنکھوں کے  
اندھیاروں کو کون مٹائے  
کیسے کوئی خواب جگائے؟

جل کے بچھ جانا تھا دپک کو تو ہولے سے مگر  
یہ پگھلتا ہی گیا جتنا تجھے یاد کیا  
نیند کے ساتھ وہ اک خواب گیا، جاتے ہوئے  
ہاتھ ملتا ہی گیا جتنا تجھے یاد کیا



”ٹشو پیپر“

اُس روتی ہوئی لڑکی نے کہا  
تم پتھر ہو  
تم پانی ہو  
تم ظلم نگر کے باسی ہو  
خاروں کے یہ سندیے تم نے  
بھیجے تو ہاتھ فگار ہوئے  
آنکھوں سے لہو کی بوندوں نے

یوں ہی ہوگا

سُورج کو چھونے کی خواہش  
دل کو راکھ کا ڈھیر کرے گی  
آنکھوں پر الزام دھرے گی  
آگ سے کھیلو گے تو جاناں!  
یوں ہی ہوگا.....

گر گر کے بھگویا آنچل کو  
 ہم خواب نگر کے باسی تھے  
 اب اندھیاروں کی خاک ہوئے  
 وہ پتھر ہنس کر بول اٹھا  
 پگلی لڑکی! تم کیا جانو  
 ہم مردِ عجیب مٹی سے بنے  
 کیا بتلائیں  
 ہم کھیل کھلونوں کے عادی  
 ریت رنگوں کے ہم متلاشی  
 جب کھیلتے ہیں تو کھیلتے ہیں  
 ہم حُسن کو باتوں میں گھیریں  
 اور گھیر ہی لیں  
 ہم عشق کا تیر چلاتے ہیں..... تڑپاتے ہیں  
 اور بعد میں گھائل پنچھی کو  
 روتا ہوا چھوڑ کے آتے ہیں  
 سچ پوچھو تو  
 عورت کی دو ہی صورتیں ہیں  
 اک گھر والی..... اک باہر کی

گھر والی ایک رومال سی ہے  
 باہر کی..... چھوڑو جانے دو  
 تم جانتی ہو کہ تم کیا ہو؟  
 رورو کے اپنی آنکھوں کا  
 تم ایسے مت نقصان کرو  
 مَت جی اپنا ہلکان کرو  
 ان باتوں میں کیا رکھا ہے  
 اب ان اشکوں کو پونچھ بھی لو  
 یہ ”نشو پیر“ رکھ لو تم.....



چمن چمن پانکوں نے چھیڑا فضا میں جھومیں  
ہتھیلیوں کو حنا نے چوما تو چومتی ہی چلی گئی ہے  
یہ زلف گیندے کی خوشبوؤں میں رچی بسی ہے  
تمہیں جو دیکھا

ہوا نے سرگوشیوں میں پوچھا  
ہو کھوئی کھوئی سی کس لئے تم؟

گلاب جیسا تمہارا چہرہ کیا ہے کس نے؟  
یہ تھر تھراتے سے ہونٹ کیسے ہوئے گلابی؟

تمہارے ماتھے پہ اوس چمکی ہے کیوں اچانک؟  
تمہارے دل کی دھڑک دھڑک میں

کسی کے ہاتھوں کی دستکوں کی ہے تھاپ شامل  
یہ بات بے بات چونک اٹھتی ہو کس لیے تم؟

سنو ستاروں سے تم کو باتوں کی ٹو پڑی ہے بتاؤ کب سے؟  
یہ کب سے تم نے دیئے درتے پہ رکھ کے جگنے کی ٹھان لی ہے؟

سنو سہیلی چھپا رہی ہو  
تمہیں محبت ہوئی کسی سے!

تمہیں محبت ہوئی کسی سے!

تمہیں محبت ہوئی کسی سے.....

ہمارے دل نے

تمہیں بھلانے کی ٹھان لی ہے

مگر یہ ممکن ہی کس طرح ہے تمہیں بھلا دیں

ہماری پلکوں کی چلمنوں میں تمہارا چہرہ چھپا ہوا ہے

تمہیں جو دیکھا

ہماری دھڑکن کے تار باجے

کھن کھن چوڑیاں پکاریں

”بھلا ہٹ!“

تمہیں بھلانے کا فیصلہ کر لیا ہے لیکن  
تمہیں بھلانا نہیں ہے ممکن  
تمہیں بھلایا  
تو زندگی کو بھلانا ہوگا

ابھی ٹھہرو.....

یہ ناؤ اور پانی کی کہانی ہے مگر ٹھہرو  
ابھی ٹھہرو  
ابھی ناؤ کو ساگر کی بھرتی، چیختی موجوں کی خواہش ہے  
ابھی تو پانیوں میں آگ جل کر بجھنے والی ہے  
ابھی پانی کا ناؤ سے تصادم ہونے والا ہے  
ابھی تو ناؤ کے نقطے نے پورا چاند بننا ہے  
ابھی پانی نے مستی کا نیا انداز چکھنا ہے  
ابھی ناؤ نے ہستی کا نیا انداز چکھنا ہے  
وہ لمحہ آنے والا ہے کہ اس ناؤ میں کوئی چھید ہو جائے





دیکھا تو سب خیال کے منظر بدل گئے  
یعنی ہمیں نکال کے منظر بدل گئے

تیرہ شبوں کے زہر میں لپٹے ہوئے سے خواب  
جھولی مری میں ڈال کے منظر بدل گئے

جس پل فراق خون کا سرطان بن گیا  
وہ لمحے وہ وصال کے منظر بدل گئے

شرارت سے بھری اک موج نے اس چھید میں انگڑائی لینی ہے  
اور اس میں ہر طرف چنگاریاں سی اٹھنے والی ہیں  
اور ان چنگاریوں میں جان لیوا کروٹیں ہوں گی  
ہر اک کروٹ بیابان روگ لائے گی  
کبھی تو گدگدائے گی..... کبھی ہلچل مچائے گی  
ابھی ٹھہرو

ابھی پانی کی ساری موج مستی غور سے دیکھو  
وہ کیسے ناؤ کو بانہوں میں بھر کر گدگداتا ہے  
کبھی نرمی سے چھوتا ہے

بپھر کر سرتاپا اس کو گلے سے آ لگاتا ہے  
ابھی ٹھہرو

ابھی کچھ دیر میں ناؤ کے ہچکولوں میں شدت آنے والی ہے  
وہ پانی کے مسلسل وار کو اب سہم نہ پائے گی  
بہت مچلے گی، تڑپے گی، بالآخر ہار جائے گی  
ابھی ٹھہرو.....

اقرار کے مقام پہ وہ جب مگر گیا  
انکار کو سنبھال کے منظر بدل گئے  
مٹھی میں خواب، یادوں کی کچھ راکھ سی بتوں  
میری طرف اُچھال کے منظر بدل گئے



راکھ کا ڈھیر گریدا بھی مگر کچھ نہ بنا  
وِیپ پانی سے جلایا بھی مگر کچھ نہ بنا  
سَر کا اٹھنا تھا کٹھن، ہم نے مگر تیرے لیے  
آسماں سَر پہ اٹھایا بھی مگر کچھ نہ بنا  
عشق سودا ہے زیاں کا، یہ خبر ہم کو نہ تھی  
لاکھ اِس دل کو بچایا بھی مگر کچھ نہ بنا



ایسا اندھیر نگر تھا کہ اُجالا نہ ہوا  
 سارا گھر ہم نے جلایا بھی مگر کچھ نہ بنا  
 دل کے قرطاس کی تحریرِ اُمر ہوتی ہے  
 ہم نے ہر حرف مٹایا بھی مگر کچھ نہ بنا



دُھوپ کے روپ میں برسات بھی ہو سکتی تھی  
 صبح کے دھوکے میں سیاہ رات بھی ہو سکتی تھی  
 کسی شکوے کو ہی بنیاد بنا کر آتے  
 اِس بہانے سے ملاقات بھی ہو سکتی تھی  
 خار بھیجے ہیں مجھے اُس نے تو حیرت سی ہوئی  
 کوئی چاہت بھری سوغات بھی ہو سکتی تھی

بے نیازی کی نظر سے مجھے نکلنے والے  
آپ کی نظرِ عنایات بھی ہو سکتی تھی

جلد بازی میں بھی تم جیت کے آئے ہو مگر  
اس طرح سے تو تمہیں مات بھی ہو سکتی تھی

بے خطر ریشمی باتوں میں اُلجھنے والے  
یہ محبت میں چُھپی گھات بھی ہو سکتی تھی

شب سے وابستہ مری ذات کو کرنے والے  
مجھ سے وابستہ تری ذات بھی ہو سکتی تھی

گفتگو بھی تو نہ ہو پائی کبھی اُس سے بتوّل  
باتوں باتوں میں وہ اک بات بھی ہو سکتی تھی

## آہٹ

بنا آہٹ کیے جاناں!  
مری اکھین میں چھم سے آن اُترے ہو  
مرے بھگون!  
بنا پلکوں کو جھپکائے  
میں بس تکتی رہی تم کو  
بتاؤ تو، مرے دل کے انوکھے چور رستوں کی  
خبر کیسے ہوئی تم کو؟؟؟



مری پلکوں سے لرزتا ہوا سایہ چُن لے  
بھیگا بھیگا سا کوئی رنیر بنا دے آ کر

جا کے فرقت کو بڑھانے سے تو بہتر ہے یہی  
وصل کو آ، مری تقدیر بنا دے آ کر

اس کا انجام جو ہونا ہے وہی ہونے دے  
ریت پر پھر کوئی تحریر بنا دے آ کر

مجھ کو بھی زہر پیالے سے وضو کرنا ہے  
مرے رانجھا! تُو مجھے ہیر بنا دے آ کر

آسمانوں کے کلیجے میں اتر جائیں گی  
تُو دُعاؤں میں جو تاثیر بنا دے آ کر



اک کماں اور کوئی تیر بنا دے آ کر  
اے مصوّر! تُو یہ تصویر بنا دے آ کر

میں نے پھولوں سے بھرا دیکھا ہے دامن اپنا  
کوئی خوشبو کی سی تعبیر بنا دے آ کر

اور اک خواب میں گھولے ہوئے لاکھوں رنگ ہوں  
مری آنکھوں کی یہ جاگیر بنا دے آ کر

ہم سا ضدی بھی کوئی کیا ہو گا  
ضد پہ آتے تو گھر جلا دیتے

شہر خالی تھا، چھید کا سے میں  
کس کی چوکھٹ پہ ہم صدا دیتے

کم ہی ہوں گے جہاں میں ہم جیسے  
ظلم سہہ کر بھی جو دُعا دیتے



خواب کا شہر ہی مٹا دیتے  
خود کو اس طور سے سزا دیتے

اس کا انجام اس طرح ہو گا  
آپ آغاز میں بتا دیتے

ٹھان لیتے اگر گرانے کی  
تم کو نظروں سے ہی گرا دیتے



میری آنکھوں سے روشنی چھینی  
 تُو نے احساسِ زندگی چھینی  
 عقل چھینی ہے دے کے دل تُو نے  
 آگ کو دے کے آگہی چھینی  
 اپنی دہلیز سے ہٹا کے مجھے  
 آپ نے حقِ بندگی چھینی



تُو نے سودا کیا تو خُوب کیا  
 غم مجھے دے دیا، خُوشی چھینی  
 لے کے خورشید سے ضیا تُو نے  
 چاند سے اُس کی چاندنی چھینی  
 بے صدا دن کو کس نے کر ڈالا  
 رات سے کس نے خامشی چھینی؟  
 شہر سُنان کر دیا کس نے  
 کس نے لوگوں سے زندگی چھینی؟

نئے انداز سے دھڑکن نے بجنے کا ہنر سیکھا  
 محبت کا سلیقہ تھا بہت مشکل، مگر سیکھا  
 کسی کے بند ہونٹوں پہ دُعا ئیں اُگ رہی ہیں یوں  
 کہ جیسے دُور بھٹکا سا کوئی آہو پلٹ کر آ گیا گھر کو  
 لگا سچ مچ کسی عابد نے سجدے سے اُٹھایا سراچانک بعد صدیوں کے  
 اور اپنے سامنے معبود کے پیکر کو پایا، مُسکرا اُٹھا  
 ذرا سوچو کہ اُس کو وہ گھڑی کیسی لگی ہوگی؟  
 زمانے بعد ایسی بے خودی کیسی لگی ہوگی؟  
 اگر تم لوٹ آتے تو..... مگر تم لوٹ کر آتے بھی تو کیسے  
 کسی کو جیتے جی تم نے چتا میں خود جلا ڈالا

مٹا ڈالا..... بھلا ڈالا  
 فقط اب راکھ باقی ہے  
 مگر جاناں!  
 اگر تم لوٹ آتے تو.....

اگر تم لوٹ آتے تو.....

اگر تم لوٹ آتے تو تمہیں لگتا  
 ہوائیں خوشبوؤں کو لے کے پھولوں سے  
 پُرا کر رنگِ تتلی کے پروں سے  
 گنگنائی ہیں  
 چمن کی خشک شاخوں نے  
 گلابوں اور پتوں کا لبادہ اوڑھ کر  
 اٹھلانے کی پھر سے ادا پائی



کہا نہیں تھا.....؟

زمانہ دھڑکن کی تال سُرا  
اُزل سے بیری ہے یاد رکھنا  
وصال لحوں کے سلسلوں سے

لہو کا بڑھ کر خراج مانگے

فراق کا بس یہ راج مانگے

یہ دو دلوں کو کبھی جو اک ساتھ دیکھتا ہے

ہوا پہ سازش کا جال رکھ کر پکارتا ہے

سُنو پرندو! محبتوں کا ملن کبھی بھی نہ ہو سکے گا

اور اِس زمیں میں کوئی بھی چاہت کا بیج ہرگز نہ بوسکے گا

کہا نہیں تھا؟

مگر جو میں نے کہا تھا تم نے سنا ہی کب تھا؟

سُنا جو میں نے وہ تم نے جاناں! کہا ہی کب تھا؟

## وجدان

کہا نہیں تھا.....؟

کہا نہیں تھا، پچھڑ کے جینا محال ہوگا

یہ زندگی تم پہ بار ہوگی

خزاں میں لپٹی بہار ہوگی

تم ہفت افلاک میں تلاشو گے میرا چہرہ

مری وفا میں سزا لگیں گی

فضائیں ہر پل خفا لگیں گی

وہ نہیں سنگ، مگر سنگ کے جیسا ہی سمجھ  
 مری باتوں کا کہاں اُس پہ اثر ہوتا ہے  
 پہلی دستک پہ مرے دل میں اُترنے والے  
 دَر کھلے جس کیلئے اُس کا ہی گھر ہوتا ہے  
 میری باتوں پہ خفا ہونا ترا حق ہے مگر  
 چھوڑ دے کون کہاں اتنا تو ڈر ہوتا ہے  
 وہ ہواؤں سے کیا کرتا ہے باتیں اکثر  
 کچے آنگن کا جو تنہا سا شجر ہوتا ہے



حدِ امکاں سے پرے خواب مگر ہوتا ہے  
 نیند کا باسی بھی بیدار اُدھر ہوتا ہے  
 چار سو پھیلنا خوشبو کی تو خُو ہے لیکن  
 وہ ہے اک پُھول تو کیوں شہر بدر ہوتا ہے  
 رات بھر اُس کو ستاروں میں ہویدا دیکھا  
 چاند بتلائے کہ وہ دن میں کدھر ہوتا ہے؟



وہ نہیں سنگ، مگر سنگ کے جیسا ہی سمجھ  
میری باتوں کا کہاں اُس پہ اثر ہوتا ہے  
پہلی دستک پہ مرے دل میں اُترنے والے  
دُر کھلے جس کیلئے اُس کا ہی گھر ہوتا ہے

میری باتوں پہ خفا ہونا ترا حق ہے مگر  
چھوڑ دے کون کہاں، اتنا تو دُر ہوتا ہے  
وہ ہواؤں سے کیا کرتا ہے باتیں اکثر  
کچے آگن کا جو تنہا سا شجر ہوتا ہے

کسی چوکھٹ پہ بھلا اِس کو جھکاؤں کیسے  
جس کی ہوتی ہے انا اُس کا ہی سر ہوتا ہے  
لوگ آنکھوں کی زباں جان بھی سکتے ہیں بتول  
چور گھر میں ہو اگر لُٹنے کا دُر ہوتا ہے



جدا رہ کر بھی جی لینا بہت بے کار لگتا تھا  
بہم رہنا تو ہم کو اور بھی دُشوار لگتا تھا

زمین و آسماں کا بُعد دیکھا بعد میں جا کر  
ہمیں تو اک کہانی سا ترا کردار لگتا تھا

مہ و نجوم آ آ کے ان آنکھوں میں کھٹکتے تھے  
ہمیں تو آسمانوں کا بھی سر پر بار لگتا تھا

ہماری سوچ میں اتنا تفاوت آ گیا کیسے  
ہمیں جو پھول لگتا ہے وہ اُس کو خار لگتا تھا

کماں خالی نشانہ سامنے اور تیر پیروں میں  
جہی تو چوکتا سا ہم کو اپنا وار لگتا تھا

بتوّل اُس شخص کا، اتنا تعارف ہی مکمل ہے  
ہمیں اقرار کے پردے میں وہ انکار لگتا تھا



اس جنم میں ہو ترا ساتھ کہاں ممکن ہے  
اور وفا کی کوئی سوغات کہاں ممکن ہے

تری چاہت کا یقیں کرنا مرے بس میں نہیں  
آگ کے بھیس میں برسات کہاں ممکن ہے

بات کرنے کا بہانہ بھی نہ ملتا ہو جہاں  
ذات میں گم ہو کوئی ذات کہاں ممکن ہے



صبح دم چاند ستاروں کا فُسون تھم سا گیا  
اب وہ کرنوں میں اُٹی رات کہاں ممکن ہے

یہ بھی اک خواب کا جاگا ہوا منظر ہی نہ ہو  
ترے ہاتھوں میں مرا ہات کہاں ممکن ہے

دن، جگہ، وقت بتانے کی بھی زحمت ہو جناب!  
آپ سے شرفِ ملاقات کہاں ممکن ہے؟

تری چوکھٹ سے پلٹ آئے یہی سوچ کے ہم  
تُو مجھے دے کوئی خیرات، کہاں ممکن ہے

وہ جو ہم دونوں سے گم ہو گئی اک روز بتول  
آؤ ڈھونڈیں نا وہی بات، کہاں ممکن ہے

## واپسی

میں اس آسِیب نگری سے

بہت اُکتا گئی جاناں!

مجھے اب واپسی کی خواہشیں ڈستی ہیں ہر لمحہ

بہت سی اُن کہی باتوں کا دل پر بار ہے میرے

بہت سی اُن سنی آہیں، صدائیں، آ کے کہتی ہیں

چلی جاؤ، چلی جاؤ، چلی جاؤ.....

عجب ناویدہ زنجیروں کا پھیلا جال ہے شاید

جو میری روح کو حصار میں لے کر مجھے پامال کرتا ہے  
 مجھے واپس چلے جانے کی خواہش ہے  
 جو مجھ کو روندتی رہتی ہے مٹی میں  
 مگر پاؤں کہاں پر ہیں؟



راکھ کے ڈھیر میں خوابوں کا دُھواں ڈھونڈتے ہیں  
 جو نہیں جس جگہ ہم اُس کو وہاں ڈھونڈتے ہیں  
 ساری دھرتی ہمیں پھولوں سے بھرا تھاں لگے  
 ہم بھی خوشبو سے بھرا ایک جہاں ڈھونڈتے ہیں  
 اس کٹہرے میں کھڑے ہو کے نہ جانے کب سے  
 اپنے حق میں بھی کوئی ایک بیاں ڈھونڈتے ہیں



جب وہ منظر سے پرے تھا تو وہ دل سے تھا قریں  
 پا لیا اُس کو تو اب اُس کا دھیاں ڈھونڈتے ہیں  
 ہر ستم سہمہ کے بھی ہوں ساتھ تو حیرت سے نہ دیکھ!  
 اب یقین کھو گیا، ہم صرف گماں ڈھونڈتے ہیں  
 ریت کی مٹی لکیروں میں بہت غور سے ہم  
 اپنی گم کردہ سی منزل کا نشان ڈھونڈتے ہیں  
 کتنے سادہ ہیں نشانے پہ کھڑے ہو کے بتول  
 تیر کو تھام کے ہاتھوں میں کماں ڈھونڈتے ہیں



خوابوں کا اک جہان مجھے دے گیا کوئی  
 مٹی کا اک مکان مجھے دے گیا کوئی  
 وہ دل میں رہ گیا ہے کہ دل سے اُتر گیا  
 کتنا عجب گمان مجھے دے گیا کوئی  
 صحرا پہ اپنے گھر کا پتہ لکھ گیا تھا وہ  
 مینا ہوا نشان مجھے دے گیا کوئی



کانٹوں کا اک مکان مرے پاس رہ گیا  
 اک پھول سا نشان مرے پاس رہ گیا  
 سامان تو نے رکھ لیا جاتے ہوئے تمام  
 لیکن ترا دھیان مرے پاس رہ گیا  
 جاتے ہوئے یقین کی دولت وہ لے گیا  
 اک وہم اور گمان مرے پاس رہ گیا

ماہ و نجوم نوح کے سورج بچھا دیا  
 پھر سارا آسمان مجھے دے گیا کوئی  
 کشتی میں چھید اُس نے کیا اور اُس کے بعد  
 کاغذ کا بادبان مجھے دے گیا کوئی  
 اُس نے گلاب ہاتھ میں لے کر کہا بتو  
 خوشبو کا ترجمان مجھے دے گیا کوئی



سُورج چلا گیا مجھے صحرا میں چھوڑ کے  
کرنوں کا سائبان مرے پاس رہ گیا

ہم کو بھلانے پر ہے کہاں اُس کو اختیار  
کتنا حسیں گمان مرے پاس رہ گیا

میں کون ہوں؟

وہ کل بھی پوچھتی تھی یہ

وہ پوچھتی ہے آج بھی

میں کون ہوں؟

سوال ہر نظر میں ہیں عجیب سے

گو اُس کو جانتے ہیں سب قریب سے

وہ عام ہے کہ خاص ہے

..... اُداس ہے

ہے اُس کی اوڑھنی بھی تار تار سی  
خزاں ہے آج کل تلک بہار تھی  
وہ مُنصفی کے نام پر لرز اُٹھے

زبان اُس کی کٹ گئی

..... وہ کیا کہے؟

سماعتوں میں آندھیوں کا شور ہے

..... وہ کیا سُنے؟

کوئی تو اُس کا ہاتھ بڑھ کے تھام لے

کوئی تو آئے اُس کو اپنا نام دے

وہ کون ہے؟

وہ پوچھتی ہے ہر کسی سے آج بھی

میں کون ہوں؟؟؟



آپ جیسے یہاں فنکار بہت ملتے ہیں  
جان و دل دینے کو تیار بہت ملتے ہیں

بھولی بھالی کسی صورت پہ نہ جانا صاحب!  
گل کے پردے میں یہاں خار بہت ملتے ہیں

تیرے ہاتھوں کی لکیروں میں کئی موڑ ملے  
اور بدل جانے کے آثار بہت ملتے ہیں



مانا ہم جیسے بھی لاکھوں ہیں جہاں میں لیکن  
 آپ جیسے بھی تو سرکار! بہت ملتے ہیں  
 آنکھ کھل جانے پہ اک بار کبھی آن لو  
 خواب وادی کے تو اُس پار بہت ملتے ہیں  
 زندگی کو کوئی جانے بھی تو جانے کیسے  
 اِس کہانی میں تو کردار بہت ملتے ہیں  
 عدل ملتا ہی نہیں سارے زمانے میں کہیں  
 مسدیں ملتی ہیں، دربار بہت ملتے ہیں

کوئی تعبیر کو تصویر کا پیکر بھی تو دے  
 خواب اِن آنکھوں کو بے کار بہت ملتے ہیں  
 کوئی حد ہے کہ جنہیں مل کے ملے ہیں خود سے  
 وہ بھی ملتے ہیں تو بے زار بہت ملتے ہیں  
 آؤ، اک بار کھلے دل سے، محبت سے ملیں  
 مستقل دل پہ لیے بار بہت ملتے ہیں  
 دل میں رکھ کر کوئی پوچھے گا تو مانیں گے بتول  
 خالی خولی ہمیں اِظہار بہت ملتے ہیں

## محبت کم نہیں ہوتی!

کوئی کتنا جتن کر لے محبت کم نہیں ہوتی  
 زمانہ اس کے آگے آہنی دیوار بن جائے  
 اور اُس کا ہاتھ اک تلوار بن جائے  
 محبت ڈر نہیں سکتی ڈرانے سے  
 نہیں مٹی مٹانے سے  
 محبت کی نہیں بنتی زمانے سے  
 یہ اپنی جان دے کر بھی کبھی بے دم نہیں ہوتی  
 کوئی کتنا جتن کر لے محبت کم نہیں ہوتی  
 کبھی یہ ہیر کا جوہن، کبھی رانجھا کی وَنجلی ہے  
 کبھی خاروں بھرا رستہ، کبھی یہ پھول جنگلی ہے

کبھی شیریں کی بے تابی، کبھی فرہاد کا تیشہ  
 یہ کچھ کچھ شہد جیسی ہے، مزا ہے اس میں سَم جیسا  
 جُنوں ہے قیس کا، لیلیٰ کی یہ وارفتگی بھی ہے  
 محبت بے خودی بھی ہے  
 خودی کا بھید اس میں ہے  
 محبت ہے خدا جیسی، خدائی اس میں شامل ہے  
 ستارہ مت کہو اس کو، محبت ماہِ کامل ہے  
 ..... اور اس کی کو کبھی مدہم نہیں ہوتی  
 کوئی کتنا جتن کر لے محبت کم نہیں ہوتی!



منزل تلاشتی رہی پیروں کے زاویے  
 رستہ مگر سراب سے آگے نہیں گیا  
 ہم نے دھیان کر لیا حدِ نگاہ تک  
 مانا کہ وہ جناب سے آگے نہیں گیا  
 ہم ذات کی اساس پہ آ کر ٹھہر گئے  
 وہ اب بھی انتخاب سے آگے نہیں گیا  
 دل نت نئے گلاب ہی کرتا رہا تلاش  
 اور نت نئے عذاب سے آگے نہیں گیا



دل اب بھی اضطراب سے آگے نہیں گیا  
 جیسے خیالِ خواب سے آگے نہیں گیا  
 آنکھیں سمندروں کے تعاقب میں بھیج دیں  
 لیکن قدم حباب سے آگے نہیں گیا  
 نقطہ سا خال تک تری نظروں نے چھو لیا  
 اب بھی بتا 'نقاب' سے آگے نہیں گیا؟

پیچھے کی سمت جاتا رہا جس حساب سے  
 انسان اس حساب سے آگے نہیں گیا  
 کچھ سوچ کر قلم نے ارادہ بدل لیا  
 وہ نام انتساب سے آگے نہیں گیا  
 مگم عشق کی کتاب میں آنکھیں ہوئیں بتول  
 دل کربلا کے باب سے آگے نہیں گیا



چاہت بھری کتاب سے آگے نکل گیا  
 وہ شخص انتساب سے آگے نکل گیا

اڑتے ہوئے بگولوں سے اُس کا پتہ نہ پوچھ  
 لگتا ہے وہ سراب سے آگے نکل گیا

سب واپسی کے راستے مسدود ہو گئے  
 وہ آج اس حساب سے آگے نکل گیا



## چلو اُس شہر جاتے ہیں

چلو اُس شہر جاتے ہیں

چلو تقدیر کو پھر آزما تے ہیں

چلو ہم ریت سے پیروں کے جا کر نقش چختے ہیں

ہواؤں پر لکھی سرگوشیوں کو آج سُنتے ہیں

چلو پلکوں سے نیلے اور سنہرے ریشمی سے خواب بُتے ہیں

ہتھیلی پر کسی نے لکھ دیا تھا لمس ہونٹوں کا

اور آنکھوں کے درپچوں میں ادھورا خواب رکھا تھا

اتنا سکوت دھڑکنیں تھم تو نہیں گئیں؟

دل آج اضطراب سے آگے نکل گیا

آنکھیں کھلیں تو سامنے تعبیر تھی کھڑی

وہ آج اپنے خواب سے آگے نکل گیا

آگے نئے عذاب کے آثار مل گئے

جب عشق اک عذاب سے آگے نکل گیا

غم وصل کی کتاب میں ایسا ہوا بتول

وہ فُرتوں کے باب سے آگے نکل گیا

سماعت اُن چھوٹی سی آہٹوں کی زد میں ہے شاید  
 جیسی تو دھڑکنیں چُپ ہیں، جیسی تو ساعتیں چُپ ہیں  
 چلو اُس شہر جاتے ہیں

جہاں پر وصل کو زنجیر سے باندھا نہیں جاتا  
 جہاں تدبیر کو تقدیر سے باندھا نہیں جاتا  
 معافی کو جہاں تحریر سے باندھا نہیں جاتا  
 جہاں دل کو کسی جاگیر سے باندھا نہیں جاتا  
 جہاں پر چاند تاروں سے مزین رات ہوتی ہے  
 جہاں پر چاہتوں کی ہر طرف برسات ہوتی ہے  
 محبت کی جہاں پر جیت ہوتی ہے  
 جہاں پر دل کے سارے دشمنوں کو مات ہوتی ہے  
 چلو اُس شہر جاتے ہیں

## انوکھی مات

سُنو جاناں!

محبت کے سفر میں ایسا بھی اک موڑ آئے گا  
 جدائی گھات میں ہوگی  
 تو آگے بڑھ کے اُس کے ہاتھ اپنا ہاتھ دے دینا  
 تم اُس کو مات دے دینا



جھکاؤں تو تہی تم ہو  
 میں جاگوں تو مجھے تم پیار سے آ کر سلاتے ہو  
 میں سو جاؤں تو تم سرگوشیاں کر کے جگاتے ہو  
 محبت کا کنول جس میں کھلا وہ جھیل ہو جاناں!  
 اماؤں کی طرح ہوں میں تو تم قندیل ہو جاناں!  
 تمہیں میں نے خدا مانا، تہی کو نا خدا مانا  
 مگر میں کیوں کہوں تم سے  
 مگر میں کیوں کہوں تم سے؟

## ضدی

میں کیوں دل کی کہانی عام کرنے کا کبھی سوچوں  
 انا نیلام کرنے کا کبھی سوچوں  
 مجھے تم سے محبت ہے مگر میں کیوں کہوں تم سے؟  
 میں تم سے کیوں کہوں جاناں!  
 مری تم دھڑکنوں کی لے میں شامل ہو  
 مرے جیون کا حاصل ہو  
 اگر پلکوں کی جھال کو اٹھاؤں تو تہی تم ہو

فضائیں ہم کو ڈستی ہیں  
مرا تم درد مت بانٹو  
کوئی بھی درد بانٹے تو مجھے تکلیف ہوتی ہے

## بے اعتباری

مرا تم درد مت بانٹو  
کوئی بھی درد بانٹے تو  
مجھے تکلیف ہوتی ہے  
ستارے آ کے پلکوں پر چمکتے ہیں  
یہ دھڑکن گویا کانوں میں دھڑکتی ہے  
نفس میں اُن گنت چنگاریاں سی اُٹھنے لگتی ہیں  
یہ سانسیں بوجھ لگتی ہیں



سب اعتماد پل میں دھرے کا دھرا رہا  
 جب تیر چل چکے تو وہ گھاتیں نہیں رہیں  
 مرنے کی جستجو میں تو جیتے رہے بتول  
 اب جینا چاہتے ہیں تو سانسیں نہیں رہیں



صبحیں نہیں رہی ہیں وہ راتیں نہیں رہیں  
 اب خواب کیسے دیکھوں کہ آنکھیں نہیں رہیں  
 میں بھی وہی تھی، تُو بھی وہی تھا، سے وہی  
 لب وَا ہوئے تو جانا، وہ باتیں نہیں رہیں  
 اُمید آ خرش کہیں پیچھے ہی رہ گئی  
 منزل کی سمت جاتی، وہ راہیں نہیں رہیں

ہواؤں کو یہ سارا کام کرنے دو  
 محبت کی سحر کو اُس کو ہی تم شام کرنے دو  
 وفا گننام ہونے دو جفا کو عام کرنے دو  
 ہواؤں کو یہ سارا کام کرنے دو

## تمہیں کیا ہو گیا جاناں!

تمہیں کیا ہو گیا جاناں؟  
 کبھی چاہت بھرے لمحے گنواتے ہو  
 کبھی خوابوں سے تعبیریں پڑاتے ہو  
 اور آتش دان میں اپنے ہی لکھے خط جلاتے ہو  
 کبھی دیواری پانی کے سینے پر بناتے ہو  
 کبھی تحریر میں تصویر لاتے ہو  
 کبھی تم ریت پر بنتی لکیروں کو مٹاتے ہو





ہواؤں سے سدا لڑنے کی عادت  
 چراغوا! چھوڑ دو چلنے کی عادت  
 ملے گی تم کو منزل سامنے ہی  
 اگر خاروں پہ ہو چلنے کی عادت  
 کہاں سورج کو دیکھے گا زمانہ؟  
 بدل دے رات جو ڈھلنے کی عادت

پیت نہ کرنا!

پیت کے رنگ میں تن من رنگ کر  
 اپنی سدھ بڈھ کھو بیٹھے گی  
 ریکھاؤں کو رو بیٹھے گی  
 دیکھ سہلی یوں نہ کرنا  
 پیت کی آگنی سے ٹوڑنا  
 ..... پیت نہ کرنا!

ازل سے تا ابد کانٹے وہی ہیں  
گلوں میں ان کو ہے پلنے کی عادت

یہ دل سمجھا تھا وہ پچھتا رہے ہیں  
اور اُن کو ہاتھ ہے ملنے کی عادت



وہ جس کا ڈر تھا آخر ہو گیا ناں  
ستارہ آسماں میں کھو گیا ناں

کہا بھی تھا اُسے مرنے نہ دینا  
وہ سپنا خاک اوڑھے سو گیا ناں

اُسے دل سے نکلنے ہی دیا کیوں؟  
وہ انجانی سی منزل کو گیا ناں



ہے چاہت کو چھپانے کا نتیجہ!  
یہ ڈھیروں بوجھ دل پر ہو گیا ناں  
بتو آئیے اُسے دیکھا ہی کیوں تھا؟  
وہ ان آنکھوں میں سینے بو گیا ناں

نہیں ہوں رادھا مگر.....

میں ایک خواب کا منظر ہوں خواب تم جاناں!  
ہوں ایک پھول کی پتی گلاب تم جاناں!  
کہا ہے تم نے کہ تم ”میں“ ہو اور میں ”تم“ ہوں  
اگر میں تم ہوں  
تو تم سے جدا ہوئی کیسے؟  
اگر میں تم نہیں، دھڑکن مجھے ملی کیسے؟  
تمہاری ذات میں کھوئی تو آ ملی خود سے

جو کائنات میں کھوئی تو آملی خود سے  
 تمہارے نام سے کرتی ہوں ابتدا دن کی  
 تمہارے نام سے دن کو تمام کرتی ہوں  
 ہے عشق بھید بہت خاص  
 عام کرتی ہوں  
 میں بند ہونٹوں سے اکثر کلام کرتی ہوں  
 نہیں ہوں رادھا  
 مگر شام شام کرتی ہوں

## مُحِبَّتِ خاص تحفہ ہے

مُحِبَّتِ خاص لوگوں کے لئے  
 اک خاص تحفہ ہے  
 گلابوں کی ہے مہکاہٹ تو شرمہٹ کلی کی ہے  
 اگر یہ گل کی صورت ہے تو نرمہٹ کلی کی ہے  
 یہ پھنورے کی ہے بے باکی تو گھبراہٹ کلی کی ہے  
 ہواؤں کی ہے خاموشی تو یہ آہٹ کلی کی ہے  
 ہے چندا کی جھلک اس میں



ستاروں کی چمک بھی ہے  
 کبھی سورج کی گرمی سی  
 صبا کی سی دھنک بٹی ہے  
 محبت خاص لوگوں کے لئے  
 اک خاص تحفہ ہے